انہوں نے کہا کہ اس کے علاوہ انہوں نے افسانہ نگاری، غزلیں، نظمیں، دوہے، سفرنامے اور بچوں کے لیے کتب بھی لکھی ہیں، تاہم اگر..... ع س مسلم کی شاعری کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی شاعری، قرآن وسنت پر مبنی نظر آتی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے شمائل نگاری کو بھی موضوع سخن بنایا ہے۔ ان کی نعت میں جمال واوصافِ نبوی کا عکس نظر آتا ہے۔ مزید برآں انہوں نے محامدِ نبوی کے تذکار کے روایتی اسلوب کے ساتھ سیرتِ نبوی کو شامل کر کے، اصلاحِ معاشرہ کا فریضہ انجام دیا ہے۔ ان کے کلام میں اوصاف ومحامدِ نبوی اس انداز سے بیان ہوئے ہیں، کہ کسی اور نعت گو کے ہاں اس کا تصور بھی نہیں ہے۔

بقول عاصی کرنالی، جناب ع س مسلم کی نعت گوئی کئی پہلوؤں کی بنا پر لائق استفادہ ہے، اور اُن کی تجویز پر ایک خاتون نے ع س مسلم کی حمدیہ اور دعائیہ شاعری پر ایم فل کے لیے اسلامیہ یونیورسٹی (شعبہ اردو) میں ایک خاکہ جمع کرایا ہے۔

پروفیسر ذی شان تبسم (ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو، اسلامیہ یونیوسٹی، بہاولپور) اگلے مقالہ نگار تھے، ان کے مقالے کا موضوع تھا: کشورِ کسریٰ تا سوناردیس- ''اردو کا ایک غیر روایتی سفرنامہ''۔

انہوں نے کہا کہ ابوالامتیاز ع س مسلم اگرچہ صوفی ہونے کا دعویٰ نہیں رکھتے تاہم ان کی لمحہ بہ لمحہ زندگی، بھرپور مجاہدوں اور روحانی جواں مردی سے عبارت ہے۔ مسلم صحیح معنوں میں خودساختہ (Self made) انسان ہیں، جنہوں نے زمانے کے سرد وگرم اور حالات وواقعات کی چیرہ دستیوں کے مقابلے میں ہمت وحوصلے، ثابت قدمی، اور صبر واستقلال سے مسافتِ حیات طے کرنے کا ہنر سیکھا۔ انہوں نے کہا کہ ع س مسلم کا تخلیقی سفر نصف صدی کے قصے پر محیط ہے اور آپ نے افسانہ نگاری سے باقاعدہ طور پر، اپنے تخلیقی سفر کا آغاز کیا۔

اور پھر تقریباً ہر صنف ادب کی سیاحت کی..... وہ ایک کامیاب سفرنامہ نگار ہیں، چنانچہ ان کی کتاب ''کشورِ کسریٰ تا سوناردیس'' روایتی سفرناموں سے مختلف ہے۔ اس میں غیر ضروری تفصیلات اور مصنوعی رنگ آمیزی سے گریز کیا گیا ہے۔ انہوں نے امجد اسلام امجد کی اس رائے سے اتفاق کیا کہ مسلم نے اپنی طرف سے مصالحہ ڈال کر بیان میں کہیں ایسی دل چسپی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی جو اس کے متن میں پہلے سے موجود نہیں تھی۔

اُن کے بعد، ڈاکٹر شبیہ الحسن نے اظہارِ خیال کیا..... ان کے مقالے کا عنوان تھا: ''ع س مسلم کے تنقیدی سفر کے ثمرات''۔ انہوں نے کہا کہ ع س مسلم ایک بالغ نظر نقاد ہیں۔ ان کے کئی تنقیدی مجموعے زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں، اپنے مضامین ومقالات میں ع س مسلم نے ہمیشہ اپنے عہد کے مسائل کو پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو تخلیق کار اپنے عہد کے مسائل سے آنکھیں چراتا ہے وہ جلد یا بدیر زمانے کی ستم ظریفی کا شکار ہو جاتا ہے۔

انہوں نے کہا، کہ زمانہ حال کے تمام تخلیق کاروں کو چاہیے کہ وہ ع س مسلم کی طرح اپنے گردوپیش میں پھیلے ہوئے مسائل کا بغور

تجزیہ کریں اور درست سمت میں اپنا علمی و ادبی سفر جاری رکھیں۔

بعد ازاں ڈاکٹر تبسم منہاس (مدیر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور) نے ''تلمیحاتِ مسلم'' کے عنوان سے اپنا مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ ع س مسلم برِصغیر پاک و ہند کا وہ مشترک ادبی سرمایہ ہیں جو سرحدی تقسیم سے ماورا ہے۔ انہوں نے اردو نظم ونثر اور صحافت کو اتنا قیمتی اور وسیع سرمایہ عطا کیا کہ اس کی مثال تاریخ ادبِ اردو میں کم ہی دیکھنے میں آتی ہے۔ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلم صرف شاعری ہی میں اپنا مقام نہیں رکھتے، بلکہ نثر اور صحافت میں بھی برابر کے حصہ دار ہیں۔

ان کے موضوعات میں حیرت انگیز تنوع ہے، اپنی شاعری میں صرف فنی موشگافیوں کا استعمال ہی نہیں کرتے، بلکہ اسے باطنی بصیرت کے فروغ اور اخلاقی و روحانی بلندیوں کا ذریعہ بناتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی شاعری اپنے پڑھنے والوں کے لیے فکر و تدبر اور مسرت و بصیرت کا سامان مہیا کرتی ہے۔

مسلم اپنے شعر و ادب میں جگہ جگہ قرآن مجید، حدیث اور دیگر کتب کے حوالوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ ان کو اردو کے علاوہ عربی زبان، فارسی، ہندی اور پنجابی پر بھی دسترس حاصل ہے، اور یقیناً انہوں نے ان زبانوں کے مشاہیر شعراء و ادبا کا بڑی دقتِ نظر سے مطالعہ کیا ہے۔

مسلم صاحب نے اپنی شاعری میں بے شمار تلمیحات استعمال کیں، اور اس میں کامیاب رہے، ان کی شاعری میں دینی تلمیحات غالب ہیں، کیونکہ انہوں نے زیادہ تر حمد و نعت پر شاعری کی ہے۔

مسلم نے حمد و نعت کی نسبت غزلیں بہت کم لکھیں، مگر انہوں نے غزلوں میں تاریخی اور ادبی تلمیحات کا بھی بڑی کامیابی سے استعمال کیا، حمد و نعت میں اگرچہ انہوں نے دینی اور قرآنی اشاروں کا نہایت فیاضی سے استعمال کیا، اور تلمیحات کا استعمال نسبتاً کم کیا ہے، اس کے باوجود ان کی حمد و نعت میں ایسی تلمیحات ملتی ہیں جو ان کی مہارتِ تامہ پر دلالت کرتی ہیں۔

ان کی شاعری کے دس مجموعے ہیں، جن میں تین مجموعے غزل اور نظم پر مشتمل ہیں، اور سات مجموعے حمد و نعت پر ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری میں فطرت، حب الوطنی، موت و حیات، حکمت، زندگی میں پیش آنے والے حقیقی واقعات و حادثات کی صحیح ترین مرقع کشی کی ہے۔ وہ مسلمانوں کی ان کی حالت زار پر متنبہ کرتے، عمل کی طرف رغبت دلاتے، حمد و نعت میں رسولِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا اظہار کرتے اور اسلام کے حوالے سے حالات و واقعات کو منظوم کر کے پیش کرتے ہیں--- ان کی شاعری اشاراتِ قرآنیہ، تلمیحات اور رمز و کنایہ سے بھری پڑی ہے۔ اُن کا موقف تھا کہ اُن کی تلمیحات کو تین بنیادی اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱- دینی تلمیحات ۲- تاریخی تلمیحات ۳- ادبی تلمیحات

بعد ازاں انہوں نے تینوں کی تفصیل بیان کی اور ع س مسلم کی شاعری سے، اس کی مثالیں پیش کیں۔

اُن کے بعد جناب مختار ظفر صاحب نے اپنا مقالہ پیش کیا، جس کا عنوان تھا:''ع س مسلم کی تغنیاتِ حمد و نعت''......انہوں نے کہا، کہ عبدالستار مسلم مہا درجے کی تخلیقی شخصیت ہیں، وہ اپنے نام سے پہلے ابوالامتیاز کی جو کنیت استعمال کرتے ہیں اس کا حق بھی ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے تخلیقی اور تحریری سطح پر، اتنی متعدد اور متنوع نگارشات پیش کی ہیں کہ انہیں اپنی ذات میں ایک انجمن کہنا درست ہوگا۔

انہوں نے حمد و نعت کی دس، نظم، غزل دوہے گیت کی تین -- تین سفرنامے، ایک افسانے کی، چار تحقیق و تنقید کی، مضامین و مقالات کی سات، ایک خودنوشت، ایک انٹرویوز کی، دو سماجیات کے موضوع پر، اور دس پاکستانی بچوں کے لیے شعری و نثری تخلیقات اور تصانیف پیش کی ہیں۔ دو مزید زیر ترتیب ہیں...... علاوہ ازیں تحقیق و ترجمہ و مقالات پر مشتمل آٹھ کاوشیں الگ ہیں۔

ان کی شخصیت، فن اور فکر پر مبنی گیارہ کتابیں علمی و ادبی حلقوں سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں، ان میں ایک پنجابی میں، ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر انعام الحق جاوید، اور ڈاکٹر امجد علی بھٹی کی مرتب کردہ ہے، ایک ڈاکٹر طاہر تونسوی کی ''جہت سازتخلیقی شخصیت ع س مسلم'' کے عنوان سے ہے۔ ایک تحریر ''ابوالامتیاز ع س مسلم شخصیت اور فن'' کے نام سے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کی طالبہ شازیہ نورین کے ایم اے کے مقالے پر مبنی ہے۔ پروفیسر حسین سحر بھی ان کی حمدیہ نعتیہ شاعری پر ایک کتاب ترتیب دے رہے ہیں۔

انڈیا کی وِنوبا بھادے یونیورسٹی میں بھی ان پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا گیا ہے، آپ کی تخلیقی اور تصنیفی کاوشوں نے گیارہ اعزازات حاصل کیے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ ان کی حمد و نعت میں جس طرح ان کا انداز منفرد اور مضامین مستند ہیں، اسی طرح علائم و رموز ہوں یا متنوع بحور یا کومل اور فکر انگیز لفظیات (Dictions) ہر صورت میں آپ کی ہنر مندی باکمال ہے۔

بعدازاں......ع س مسلم اور صحافت، کے عنوان پر...... معروف ادیب...... اسلام عظمی نے اپنا مقالہ پڑھا......انہوں نے کہا کہ ع س مسلم ایک ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ افسانہ نگار، شاعر، سماجی کارکن، سفر نامہ نگار تواتر سے قلمے و سخنے نظریہ پاکستان کی آبیاری کرتے رہنا، ان کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ ''نوائے وقت'' میں بطورِ خاص ان کے پاکستان کے حوالے سے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ وہ اعتدال پسند ہیں اور دلیل کے ساتھ بات کرتے ہیں، اسی لیے سچ بولتے ہوئے کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوتے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہو رہی ہے، کہ ان کی ادبی اور صحافتی کردار کی بھرپور پذیرائی کی جا رہی ہے، یعنی ان کی اذان ''صحراء میں اذان'' نہیں رہی، بلکہ ان کی اذان پر لوگ کان بھی دھرنے لگے ہیں۔

اگلے مقالہ نگار...... ڈاکٹر محمود الحسن عارف تھے، ان کے مقالے کا موضوع تھا ''ع س مسلم کے کالمی موضوعات اور استعارے''......

انہوں نے کہا کہ کالم نگاری کے شعبے میں اگر چہ بہت سے لوگوں کے نام ہیں، مگر ع س مسلم کا نام، پاکستان کے چوٹی کے کالم نگاروں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا، کہ جب کبھی بھی اردو کالم نگاری کی کوئی معتبر تاریخ لکھی جائے گی تو ع س مسلم کا نام اس میں سر فہرست جگہ پائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ع س مسلم کو اللہ تعالیٰ نے موضوع کے انتخاب میں بھی بہت اچھا سلیقہ عطا کیا ہے، اور انہوں نے اپنے کالموں کے موضوعات بہت سوچ سمجھ کر انتخاب کیے ہیں۔ ان کے کالموں کے موضوعات زیادہ تر جذبۂ حب الوطنی اور تعمیرِ ملت کے گرد گھومتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ع س مسلم اس نسل کے نمائندہ ہیں جنہوں نے قیامِ پاکستان کی تحریک میں قائداعظم محمد علی جناح کا ساتھ دیا تھا، اسی لیے وہ ایک ایسے کالم نویس رہے ہیں جو پاکستان اور نظریہ پاکستان سے سچی محبت رکھتے ہیں۔

ع س مسلم نے صرف سنجیدہ کالم ہی نہیں لکھے، بلکہ انہوں نے فکاہیہ انداز کے کالم بھی تحریر کیے ہیں.....اس طرح کے موضوعات میں ان کی رگ ظرافت خوب پھڑکتی ہے، اور وہ پُراثر مگر دھیمے لفظوں میں اپنے قارئین کو تفریح مہیا کرتے ہیں۔ وہ اپنے برمحل اور موزوں الفاظ سے قاری کے دل میں گدگدی کرتے ہیں، اور طنزیہ ہنسی ہنس کر ہمارے معاشرتی اور سماجی رویوں پر نشتر لگاتے ہیں.....اس طرح انہوں نے اپنے کالموں میں جہادِ زندگانی کی عملی تعبیریں بھی پیش کی ہیں اور خونِ آرزو میں لپٹے ہوئے اپنی آرزوں اور حسرتوں کے لاشے بھی دکھائے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے اپنے کالموں میں رمز و کنایہ اور استعارے اور رموز کا بہت کم سہارہ لیا ہے۔

ان کے بعد فورٹ عباس (گورنمنٹ کالج فار ویمن) کی پرنسپل اور ممتاز ادیبہ.....ڈاکٹر فوزیہ چوہدری نے ع س مسلم کی افسانہ نگاری پر، اپنا مقالہ پیش کیا.....انہوں نے کہا، کہ فنون لطیفہ احساسات کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ اور فن میں اظہار کے لیے اسلوب کی وہی اہمیت ہے جو اظہار بیان کے لیے زبان کی ہے، گویا اسلوب خیالات و احساسات کے بیان کا ایک ذریعہ ہے اور ع س مسلم کا شمار بھی ایسے ہی صاحبِ طرز اور منفرد صاحب اسلوب لکھاریوں میں ہوتا ہے انہوں نے اپنی عملی زندگی کے ساتھ ساتھ شعر و ادب میں بھی وسیع المشربی کو اپنائے رکھا اور انتہائی کامیابی سے اپنائے رکھا۔

انہوں نے مزید کہا، کہ ع س مسلم کی شخصیت کی ہمیں بہت سی جہتیں نظر آتی ہیں، تخلیقی نگارشات کے علاوہ عملی طور پر بھی انہوں نے ایک بھرپور زندگی گزاری۔ حرف کے ساتھ ان کی کمٹمنٹ شروع سے ہی ایک توازن کا جوہر لیے ہوئے ہے۔ ان سات عشروں میں اگر چہ ان کا غالب تخلیقی اظہار شاعری یعنی حمد و نعت میں ہوا، لیکن زندگی کے مختلف مراحل میں انہوں نے نثر کو بھی اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا .....اور اردو ادب کی موجودہ اصناف میں شاعری، دوہے، سے لیکر طویل یک کتابی نظم تک اور نثر میں ایک چھوٹے سے اخباری کالم سے لیکر ایک طویل ناول یا سوانح عمری تک کی اصناف اِسی ذہنی کارکردگی کی گواہ ہیں.....ان کے بیانیہ میں منظر کشی کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں، خاص طور پر دیہاتی زندگی کی حقیقت پسندانہ نقشکشی جو ہمارے نوجوان افسانہ نگار کے شعور و لاشعور میں بسی ہوئی تھی.....مختصراً یہ کہ ع س مسلم کی کہانیاں اپنے زمانہ تخلیق کا سچا احوال نامہ ہیں۔ یہ جہاں ایک طرف واقعات کا سچا ثبوت ہیں، تو دوسری طرف ان کے پختہ فکر قادر الکلام ادیب ہونے کی بھی دلیل ہیں۔

اگلے مقالہ نگار ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم (صدر شعبہ اردو، جامعۃ الازہر و حال فارن پروفیسر شعبہ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، پنجاب

یونیورسٹی، لاہور) تھے..... ان کے مقالے کا عنوان تھا ''لمحہ بہ لمحہ زندگی اور سوانح نگاری'' انہوں نے کہا ابوالامتیاز ع س مسلم اردو ادب کی متنوع شخصیت ہیں۔ وہ پختہ شعور رکھنے والے دانشور اور ہمہ جہت ادیب ہیں۔ انہوں نے اردو کی مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی۔ وہ ایک کامیاب تاجر کی حیثیت سے بھی معروف و مشہور ہیں۔ مسلم اردو زبان پر بلا کی قدرت رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے عربی زبان میں اگر ان کی کوئی مثال ڈھونڈی جائے تو ادبِ عربی کے سرخیل ڈاکٹر طٰہٰ حسین یا معروف مفسرِ قرآن شیخ طنطاوی جوہری صاحبِ تفسیر جواہر کے نام ہی زیادہ موزوں نظر آتے ہیں، زبان دانی، ذخیرۂ الفاظ اور سلاست و روانی کے معاملے میں یہ تینوں نامی گرامی یکتائے روزگار ہیں۔

''لمحہ بہ لمحہ زندگی'' ع س مسلم کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے، جو انہوں نے تقریباً ۲۰۰۰ء میں لکھنا شروع کی، اور ۲۰۰۵ء میں مکمل کر کے شائع کرائی، یہ آپ بیتی ۳۷۰ صفحات پر مشتمل ہے، ع س مسلم نے غالباً آپ بیتی لکھنے سے بہت عرصہ پہلے اس کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا تھا، دسمبر ۱۹۹۶ء کے ایک انٹرویو میں ڈاکٹر طاہر تونسوی کو بتاتے ہیں:

> ''میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے بارے میں کچھ لکھوں، اور اپنی زندگی کے بعض تجربات یا یادداشتیں سوانح حیات یا آپ بیتی کی شکل میں لکھوں''۔

''لمحہ بہ لمحہ زندگی'' بھی ع س مسلم کی بقیہ تصنیفات و تالیفات کی طرح ایک حمد اور ایک نعت سے شروع ہوتی ہے۔ حمد مدینہ منورہ میں جمعرات ۸۲ مارچ ۱۹۸۵ء میں لکھی گئی۔

کتاب میں ایک سو کے قریب رنگین اور بلیک اینڈ وائٹ تصویریں شامل ہیں، جن میں مسلم صاحب، ان کی فیملی، اس وقت کی سرکردہ سیاسی، ادبی اور تجارتی شخصیات بھی دکھائی دیتی ہیں، ان تصویروں کی اکثریت ع س مسلم کے دنیا کے مختلف ممالک کی سیر و سیاحت، حج و عمرہ کی ادائیگی اور قومی و بین الاقوامی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کے دوران کھینچی گئی ہے۔

''لمحہ بہ لمحہ زندگی'' کے شروع میں زندگی کے شروع میں مسلم صاحب کا لکھا ہوا ایک مختصر، مگر جامع مقدمہ موجود ہے جو میری نظر میں بہترین زبان و بیان اور اعلیٰ ترین فکر و تدبر کا ایک نمونہ شمار کیا جانے کے قابل ہے۔

ع س مسلم پر دوستوں کا اصرار [لمحہ بہ لمحہ زندگی] لکھنے کا سب سے بڑا محرک رہا۔ مقدمے میں لکھتے ہیں کہ ان کے احباب ان سے اکثر یہ تقاضا کرتے رہے کہ جس جدوجہد سے وہ گزرے ہیں، جن حالات و واقعات نے ان کی، ان کے فکر و خیال، ان کے کردار و عمل اور ان کے زمانے کی صورت گری کی ہے، جس طرح انہوں نے قوموں کو باہم دست و گریبان اور ان کی قسمتوں کے فیصلے ہوتے دیکھے ہیں، سلطنتوں اور مملکتوں کو شکست و ریخت سے دوچار ہوتے، انسانوں کو بدلتے اور تاریخ کو بنتے اور بگڑتے دیکھا ہے، بلکہ اس کے شریکِ عمل بھی رہے ہیں وہ سب مشاہدات و تجربات نسلِ نو کی امانت ہیں اور اسے منتقل ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ع س مسلم نے ہامی بھر لی اور آپ بیتی لکھنا شروع کر دی۔

ع س مسلم بڑے شاعر کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں، لمحہ بہ لمحہ زندگی اگرچہ شاعری کی کتاب نہیں لیکن توقع تھی کہ شاعرانہ فطرت سے مغلوب ہوکر زیادہ تعداد میں اشعار کا حوالہ دیں گے، مگر خلاف توقع لمحہ بہ لمحہ زندگی میں بہت کم اشعار وارد ہوئے ہیں، اس کے باوجود جو اشعار آئے ہیں وہ موقع ومحل اور سیاق وسباق کی مناسبت سے صحیح ترین آئے ہیں۔

ان کا موقف تھا، کہ لمحہ بہ لمحہ زندگی ایک مکمل دور کی سماجی، تہذیبی، معاشی، ثقافتی، ادبی اور سیاسی تاریخ ہے، پاکستان کے حوالے سے یہ ایک حب الوطنی کا مرقع ہے، زندگی کے حوالے سے یہ ایک دائرۃ المعارف ہے، جس میں زندگی کے ہر شعبہ، ہر پہلو اور ہر بارے میں معتبر معلومات آزمودہ تجربات اور پختہ افکار وخیالات کو صرف سات سو صفحوں کی کتاب میں سمیٹا گیا۔

بعد ازاں معروف اردو ادیب اور شاعر ڈاکٹر ریاض مجید نے زبانی گفتگو کی، انہوں نے کہا کہ رابطہ ادب اسلامی کے منتظمین مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ع س مسلم کی پذیرائی کا یہ بہت بڑا فرض تھا، جو رابطہ سرانجام دے رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب سے رابطہ قائم ہوا ہے وہ اسی وقت سے اس کے ساتھ وابستہ ہیں..... یہ مولانا علی میاں کا بہت بڑا کارنامہ ہے، کہ انہوں نے اسے قلمی جہاد کا ذریعہ بنایا ہے۔

انہوں نے کہا کہ اس سیمینار میں مقالات کی ترتیب ایسی رکھی گئی کہ ع س مسلم کی شخصیت کے تمام پہلو آجائیں۔

ان کا موقف تھا کہ سورۃ شعراء کی آخری آیات میں شعراء کے حوالے سے جو بات کی گئی ہے، اس میں شعراء کی چار اوصاف کا ذکر آیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ وصف بھی ہے، کہ وَانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا..... (اور انہوں نے ظلم کیے جانے کے بعد، اس کا بدلہ لیا)۔ اس آیت کی رو سے، اگر مسلمانوں پر، یا ان کے کسی طبقے پر ظلم ہو، تو مسلمان ادیب اور شاعر کی یہ قرآنی ذمہ داری ہے کہ وہ خاموش نہ بیٹھے..... اس اعتبار سے وہ چند شخصیات جو اس معیار پر پورا اترتی ہیں ان میں سے ایک شخصیت ع س مسلم کی بھی ہے، اس لیے کہ انہوں نے پون صدی سے عموماً اور نصف صدی سے خصوصاً اپنی مذہبی قدروں کا دفاع کیا ہے، اور بہت شائستگی کے ساتھ کیا ہے۔ اور پھر جتنے بھی کسی کلام میں فنی محاسن ہو سکتے ہیں۔ مسلم صاحب نے ان سب کے حوالے سے بات کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ گذشتہ چار پانچ سالوں سے مسلم صاحب کی شاعری اور کلام کا بغور مطالعہ کر رہے ہیں اور وہ اس بات پر بضد ہیں کہ مسلم شناسی پر باقاعدہ کام ہونا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ عربی اور فارسی کلام میں کسی بھی مضمون کو بیان کرنے کے لیے جو بھی بہتر سے بہتر فنی اسالیب ہو سکتے ہیں، مسلم صاحب نے ان سب اسالیب کا عمدہ طریقے سے استعمال کیا ہے۔ یہاں جو مقالات اور مضامین پڑھے گئے ہیں مَیں سمجھتا ہوں کہ ان سے اس کوتاہی کا کفارہ ادا ہوا ہے جو عام مجالس میں یونہی پڑھ دیئے جاتے ہیں..... انہوں نے کہا کہ..... رابطہ کے پلیٹ فارم سے، اس طرح کے ادیبوں اور شاعروں کو خراج تحسین پیش کرنا چاہیے، جیسا کہ مولانا علی میاں نے بھی کہا تھا کہ عنوان ادب ہی کا استعمال کیا جائے تاکہ ہماری بات بین الاقوامی معیار کے مطابق ہو۔

انہوں نے کہا کہ انہوں نے اس مجلس کے لیے جو موضوع منتخب کیا تھا، وہ ع س مسلم کی شاعری میں "اَسماءُ النبیؐ" کا استعمال ہے۔ اَسماءُ النبیؐ شروع سے ہی نظم ونثر کا موضوع رہے ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے

مبارکہ کا ذکر کثرت سے کیا گیا ہے، اس لیے شروع دن سے ہی شعرائے کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کا ذکر کرتے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اردو شعراء میں..... عبدالعزیز خالد صاحب خصوصی شہرت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے کہا کہ انہوں نے تین چار سال کے مطالعے کے بعد، ع س مسلم کی شاعری میں اسمائے نبویہ کے عنوان پر، ایک طویل مقالہ تیار کیا ہے، جو ان کی آنے والی کتابوں میں دیباچہ کے طور پر چھپے گا۔ ان کے خیال میں گذشتہ تیس چالیس برسوں میں اردو، عربی اور فارسی میں جو نعتیہ شاعری ہوئی اور بہت زیادہ ہوئی ہے، اس میں یہ تخصص صرف ع س مسلم کا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ ہزار کے قریب اسمائے مبارکہ استعمال کیے ہیں۔ اس موضوع پر اگرچہ کئی کتب تصنیف و تالیف ہوئی ہیں مگر جس خوب صورتی اور سلیقے کے ساتھ ع س مسلم کی شاعری میں ان کا استعمال ہوا وہ کچھ انہی کا خاصہ ہے۔

بعد ازاں پروفیسر ڈاکٹر سلیم طارق (ڈین کلیہ علوم اسلامیہ و عربیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور) نے زبانی گفتگو کی۔ انہوں نے کہا، کہ انہیں اس علمی محفل میں شرکت کر کے بے حد خوشی حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے ع س مسلم کو ان کی عظیم علمی و ادبی خدمات پر شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ ع س مسلم کی شخصیت تمام پہلوؤں کی جامع ہے، اور ان جیسی شخصیت بڑے عرصے کے بعد منظر عام پر آتی ہے۔

انہوں نے عالمی رابطہ ادب اسلامی کی انتظامیہ کو، اس سیمینار کے انعقاد پر مبارک باد پیش کی۔

سب سے آخر میں محترم ع س مسلم نے اظہارِ خیال کیا۔ انہوں نے ڈاکٹر محمود الحسن عارف (کنوینر سیمینار) کے اس سوال پر کہ وہ نئی نسل کو پیغام دیں، کہا کہ میں عاجز سا بندہ ہوں اور میں قوم کو کیا پیغام دے سکتا ہوں۔ مگر اتنی سی بات ہے کہ انہوں نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ وہ صرف وہی بات کہیں، جو کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد ان پر واجب ہوتی ہے۔ اور چونکہ ان کا سارا دارومدار ایمان پر ہے، اس لیے اس بارے میں انہیں نہ تو کسی سے ڈرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی سے مقابلے کی ضرورت ہے، اس لیے کہ جو آخری حساب ہے، وہ تو وہاں دینا ہے اور یہ زندگی چند روزہ ہے۔

انہوں نے کہا، کہ دورِ حاضر میں ادب کے بارے میں یہ نظریہ سامنے آیا ہے، کہ ادب زندگی کا آئینہ ہے اور ادیب کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس کی نمائندگی کرے۔ پھر اگر اس کا یہ فرض بنتا ہے اور ایسا واقعۃً ہے، تو اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اس ذمہ داری کی ادائیگی میں لیت ولعل سے کام نہ لے اور انسانی زندگی جس طرح..... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق ہونی چاہیے۔ وہ اس کی نمائندگی کرے۔ اور یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے، بشرطیکہ ہم مقبول ہونے اور روپیہ حاصل کرنے کی خواہش کے عوض نہ بک جائیں۔ انہوں نے کہا، کہ ان کی عمر اس وقت نوے برس ہے اور وہ اس نتیجے تک پہنچے ہیں، کہ ایک وقت آتا ہے، جب بندے کی کروڑوں کی کمائی بھی بے کار ہو جاتی ہے اور اسے یہ دیکھنا پڑتا ہے، کہ کونسی چیز اس کو کھانی چاہیے اور کس چیز کو نہیں کھانا چاہیے..... انہوں نے کہا کہ پہلی وحی کی روشنی میں حرف اور قلم ہمارے لیے سب سے اہم چیز ہے۔

انہوں نے کہا کہ انسان کے سوا کسی اور مخلوق کو یہ نعمت حاصل نہیں ہے کہ وہ الفاظ کے ذریعے اظہار مافی الضمیر کر سکے، لہٰذا حرف کی عزت کیجئے اور اسے سوچ سمجھ کر استعمال کیجئے اور آدمی اس کا امین ہے۔ انہوں نے کہا کہ بطور ادیب اور شاعر..... کسی شخص کو یہ فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے کہ میں یہ بات کیوں کروں! اس کا کیا فائدہ ہوگا! اس لیے کہ فتح و شکست تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، انسان کا کمال اس کی سعی اور جدوجہد میں ہے۔ وہ رابطہ ادبِ اسلامی کے ذمہ داروں کے بے حد شکر گزار ہیں کہ انہوں نے انہیں یہاں بلایا..... اور یہ خوب صورت محفل منعقد کی۔

آخر میں..... ڈاکٹر محمود الحسن عارف اور ڈاکٹر قاری محمد طاہر نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

☆☆☆

دبئی، ابوالامتیاز ع س مسلم

نمایندگیٔ زیست کی منصب داری

ادیب اور شاعر کی حیثیت سے میرا ضمیر، زندگی میں درپیش کسی بھی ناہمواری، بے انصافی، مصلحت پسندی، الزام تراشی یا منافقانہ پردہ پوشی کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ اس کی تردید بلکہ مقابلہ اپنی جبلت، اپنے ایقان کا تقاضا ہے۔

مسائل و واقعات مختلف النوع ہیں، گمبھیر ہیں، ہر روز پیش آتے ہیں، مشاہدے اور تجربے میں آتے ہیں، قلب وذہن پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مایوسی کے اندھیروں کو پھیلاتے اور امید کا آفتاب طلوع کرتے ہیں۔ ضمیر کو جھنجوڑتے، فکر ونظر کو مہمیز کرتے لہو کو گرماتے اور قلبِ حساس میں جذبوں کو بیدار کرتے ہیں، ارادوں کی صورت گری کرتے اور قوتِ کار کو عمل پر ابھارتے ہیں۔

ادیب جو زندگی کا آئینہ دار بلکہ نقیب ہے، فکر کو جلا دیتا ہے، وہ حیات کی نمایندگی کا دعویدار ہے۔ اُس کا منصب ہے کہ وہ زندگی کی ہمہ جہت عکاسی کرے، بلکہ اس کی صحیح سمت میں رہنمائی کرے۔ میرے خیال میں اُسے زیب نہیں دیتا کہ محض الفاظ کی تہذیب وتراش، نثر ونظم کی بُنت وبُن ادھیڑنے، اسلوب واظہار کی کھال اتارنے، نقد ونظر کو مفروضات کی حد بندیوں میں مقید رکھنے، یا لفظ وبیاں کے تعیش اور پھر ناقدریِ زمانہ کے ماتم ہی میں عمرِ عزیز تمام کردے۔ بلکہ دستِ قدرت نے فہم وادراک، لفظ و بیان اور قرطاس وقلم کی جو خصوصی نعمت اسے ودیعت کی ہے، اس کے لیے معطیِ حقیقی کی شکر گزاری کے طور پر، ان صلاحیتوں کو سعی وعمل کی آبیاری سے، معاشرے کی ذہنی اور فکری اصلاح وتطہیر اور تشکیل وتعبیر میں استعمال کرے۔

نقد ونظر یا تبصرہ وتنقید کا ہنر ایک نعمتِ خداوندی ہے۔ یہ کھرے اور کھوٹے کی پہچان کا فن ہے، یہ اس کا فضلِ خاص ہے، جسے چاہے اس سے بہرہ ور کرے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ناقد کے ہاتھ میں کسوٹی کون سی ہے؟ کیا یہ وہی ہے۔ جو قسامِ ازل نے اُسے ودیعت کی ہے؟ کیا اس معیار پر پوری اترتی ہے جو اُس منعمِ حقیقی نے مقرر کیا ہے؟ یا اِدھر اُدھر سے سُنی سنائی باتوں اور پریشانیِ افکار ہی کو معیار تصور کرلیا گیا ہے! یاد رہے حق وباطل میں مساوات وتوازن نہیں ہوسکتا۔

اس کے لیے ادیب کا نہ تو سیاست کار ہونا ضروری ہے، اور نہ ہونا چاہیے اور نہ ہی کسی اور تخصص سے وابستگی لازم ہے۔ بلکہ اس کی بلند فکری کا تقاضا ہے کہ اس کی وسعتِ نظری اور بصیرتِ عالی، عمومی طور پر زندگی کے مختلف، متنوع اور گوناگوں مسائل کی معرفت وادراک پر محیط ہو۔

یہ صلاحیتیں ہر انسان میں بقدرِ ظرف، فطرت کی طرف سے ودیعت ہیں۔ اصحابِ علم ودانش اور حاملانِ قرطاس وقلم اپنی

فطانت اور طبعی حساسیت کے باعث، ان سے دوسروں کی نسبت بدرجہ اتم بہرہ ور ہیں۔ اب توفیقِ الٰہی کے ساتھ یہ اپنی افتادِ طبع، ہمت و حوصلے، عزیمت واستقلال، اور صبر و ثابت قدمی پر منحصر ہے کہ اِن صفات کی کیسے اور کس حد تک نشوونما ہوتی ہے۔

عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شاعر و ادیب کو اپنے روایتی خول سے، جو ہم سب نے نظم وضبط سے بے نیازی، سُست گامی، کم حوصلگی اور کم مائیگی کی وجہ سے اپنے اوپر چڑھا رکھا ہے، باہر نکل کر معترضِ محض بننے، ہر بے معنیٰ، بے مقصد اور مجہول تغیر و تبدّل اور ہر تنزّلِ اقدار کو 'ارتقا' یا نام نہاد ''اعتدال پسندی'' اور ''روشن خیالی'' کے نام پر اختیار کر لینے کے بجائے جدوجہد اور تجربے کی بھٹی میں کندن ہو کر، مسائل کا براہِ راست ادراک حاصل کرنا اور اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق، اپنی روایات کے آئینے میں، معاشرے کی اصلاح اور تعمیر و تشکیل میں عملی حصہ لینا چاہیے۔

کیا یہ درست نہیں کہ مثبت اقدام کے بجائے ہم ہمہ دم ادب اور ادیب کی ناپذیری کا رونا روتے ہیں، لیکن اس کا ذمہ دار کون ہے؟ آج ہر برائی یا خامی کا ایک ہی سکہ بند جواب ہے۔ معاشرہ!

جھوٹ کیوں بولتے ہیں؟
جی معاشرہ ہی ایسا ہے۔
رشوت کیوں لیتے یا دیتے ہیں؟
جی معاشرہ ہی ایسا ہے۔
فرائض میں حرام خوری کیوں ہوتی ہے؟
جی معاشرہ ہی ایسا ہے۔
تعلیم کا معیار کیوں صفر ہے؟
جی معاشرہ ہی ایسا ہے۔

معاشرہ گویا میدانِ منیٰ میں وہ جَمْرَۃُ الْعَقَبَہُ ہے، جس پر سنگ باری سے ہم معاشرے کو مطعون کر کے اپنے ضمیر کے بوجھ سے ہلکے ہو جاتے ہیں، لیکن حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا:

''پہلا پتھر وہ مارے جو تم میں سے (خود) بے گناہ ہے''۔

تو ہم میں سے کون ہے جو دل پر ہاتھ رکھ کر ہر علّت ''معاشرے'' کی جھولی میں ڈال سکتا ہے؟ اور کیا معاشرہ ہمارے اجتماعی وجود سے باہر کوئی غیر مرئی یا مافوق الفطرت مخلوق ہے، جس نے ہماری ذاتی صلاحیتوں، قوتِ متخیلہ اور قوتِ کار کو تسخیر کر لیا ہے؟ یا وہ کوئی آسیب ہے جس کے طلسم نے 15 کروڑ اربابِ افضل الخلائق، مسجودِ ملائک کو افسوں پھونک کر پیکرِ سنگ میں ڈھال دیا ہے! اور وہ الف لیلوی کرداروں کی طرح بے حس و حرکت اور منجمد ہو گئے ہیں!

عام آدمی کی بات تو سمجھ میں آسکتی ہے، لیکن جب ایک استاد، ماہرِ علوم، طبیب، انجینئر، افسرِ اعلیٰ، حاکم، حکیم، عالم، دانا،